مختار بن ابی عبید الثقفی

از

(ڈاکٹر خورشید احمد فارق ایم۔ اے۔ پی۔ ایچ۔ ڈی)

(۵)

اس صورت حال کو سمجھتے ہوئے مصعب نے ان لوگوں سے کہا کہ جب تک مہلب اور اس کی آزمودہ کار اور وفادار فوجیں ہمارے ساتھ نہ ہوں ہم مختار کا مقابلہ کامیابی کے ساتھ نہیں کر سکیں گے مہلب نے بصرہ اور اہواز کے علاقوں کو خوارج کی تباہ کاریوں سے جن کے مقابلہ میں اہل بصرہ ہر بار ناکام ہوئے تھے نجات دلا کر اور ان کے ناقابل تسخیر جانباز دستوں کو ہر جگہ شکست دے کر بڑا نام پیدا کر لیا تھا، مختار کے مقابلہ میں اس جیسے ماہر جنگ اور اس کے وفادار ازدی (مہلب قبیلہ ازد سے تھا اور اس نے اپنے قبیلہ والوں کی ایک بہادر فوج تیار کی تھی) فوجوں کا ہونا ضروری تھا اس وقت وہ صوبۂ کرمان میں خوارج سے دست و گریباں تھا اور آنا نہ چاہتا تھا مصعب کی تحریک سے محمد بن اشعث (کوفہ کا قبائلی سردار) بنفس نفیس مہلب کو کوفہ کی مہم میں شرکت کی ترغیب دینے گیا مہلب نے تعجب سے پوچھا: "ابو محمد (ابن اشعث کی کنیت جو عربوں میں خطاب احترام تھی) کیا مصعب کو تمہارے علاوہ کوئی پیغامبر نہیں ملا؟" ابن اشعث نے کہا: "اے ابو سعید (مہلب کی کنیت) بخدا میں بجز اپنی عورتوں اور بچوں کے کسی کا پیغامبر ہو کر نہیں آیا ہوں؟" مہلب[1] اب مجبور ہو گیا اس نے خوارج کے کمانڈر قطری بن فجاءۃ سے اٹھارہ ماہ کے لئے عارضی صلح کر لی[2] اور اپنے بہادر سپاہیوں کے ساتھ بصرہ آ گیا اب مصعب کا کیمپ تیار ہونے لگا اس نے کوفی سرداروں کے مشورہ سے ایک کوفی سردار کو کوفہ کے غیر شیعی عناصر میں ابن زبیر کی خلافت کا اور مختار سے

---

[1] انساب ۵/۲۵۲، طبری ۷/۱۴۸ میں یہ الفاظ ادا ہیں جن کو ہمارے موالی اور غلاموں نے ہم ... نعایق لیا۔
[2] الاخبار الطوال ص ۲۹۳

لڑنے کا پروپیگنڈہ کرنے بھیج دیا۔

مختار کو جب ان امور کا علم ہوا تو اس نے بجائے اس کے کہ خود اس پر حملہ آور ہو بصرہ پر حملہ کر کے وہاں کی جارحانہ قوت کو توڑنے کا فیصلہ کیا ابن زیاد عراق کی مہم پر مارا جا چکا تھا ابن اُغتر موصل کے صوبہ کا منتظم تھا اس کے ساتھ جو فوج گئی تھی وہ کوفہ واپس آ گئی تھی مختار نے شیعوں میں گرمیِ جنگ پیدا کرنے کے لئے یہ تقریر کی "سچے مذہب والو اور راست بازی کے معاونو، کمزوروں کے مددگارو، اور رسول و آل رسول کے شیعو اور اے خدائی فوجدارو جو لوگ تمہاری تلوار سے بچ کر بھاگ گئے اپنے جیسے فاسقوں کے پاس گئے اور ان کو جنگ کے لئے آمادہ کیا تاکہ حق و راستبازی ماری جائے اور جھوٹ و باطل کا بول بالا ہو اور زمین پر اولیائے حق مغلوب ہوں، پس لڑنے کے لئے کمربستہ ہو جاؤ خدا تم پر رحم کرے اور احمر بن شمیط کی قیادت میں نکل کھڑے ہو۔"

چالیس ہزار شیعوں کا ایک لشکر (اخبار الطوال نے تعداد ساٹھ ہزار دی ہے) احمر بن شمیط کوتوال شہر ابن کامل اور کیسان ابو عمرہ (کمانڈر محافظ)[1] کی کمان میں بصرہ کی طرف روانہ ہوا اور مقام مذار پر کیمپ کیا مصعب کی فوجیں جن کے دو ممتاز جنرل مہلب متوفی ۸۲ھ اور احنف بن قیس متوفی ۶۷ھ تھے مذار کے قریب فروکش ہوئیں پھر دونوں لشکر دست و گریباں ہوئے، مختار کی فوجوں کو شکست ہوئی ان کے کمانڈر احمر بن شمیط اور ابن کامل مارے گئے شکست خوردہ فوج کوفہ کی طرف بھاگی، مصعب نے ان لوگوں کو للکارا جو کوفہ سے بھاگ کر آئے تھے: "جاؤ اپنا انتقام لو!" اور وہ ہر طرف سے شیعوں پر ٹوٹ پڑے ان کے علاوہ مصعب نے تیز گام رسالے مفرورین کے تعاقب میں بھیجے جنہوں نے بری طرح ان پر چھاپے مارے نتیجہ یہ ہوا کہ چالیس یا ساٹھ ہزار میں سے گھوڑ سواروں کی ایک مختصر جماعت کوفہ پہنچ سکی باقی سب راستہ میں کھیت رہے۔

جنگ مذار نے مختار کے اقبال کی بنیادیں ہلا دیں اس کو جتنا عسکری نقصان ہوا اس سے زیادہ اس کی اخلاقی حیثیت کو زک پہنچی، اب تک وہ نبی اور غیب دان تھا جس کے تصرف میں مافوق الانسان قوتیں تھیں، فرشتوں کے لشکر جس کے ساتھ لڑتے تھے جس کی بات ہمیشہ صحیح نکلتی تھی، جس کی دُہائی

---

[1] اخبار الطوال ص ۳۱۱

قوت و کرامت ناقابل تسخیر خیال کی جاتی تھی، اس نے جب فوج بھیجی تھی تو اپنے الہامی انداز میں پیشین گوئی کی تھی کہ مُصعب کی فوج کو شکست ہوگی اور کرسی کے روحانی معتبروں نے بھی کہا تھا کہ فتح ہوگی مختار کے الفاظ یہ تھے: "قسم ہے اس خدا کی جس نے ابوالقاسم (رسول اللہ) کی کُنیّت کو عزت عطا کی ابن شمیط سلامتی کے ساتھ بصرہ میں داخل ہوگا، خدا کا یہ فیصلہ اٹل ہے، شک کرنے والا نامراد ہوگا، میں نے اس کے ساتھ ایک جھنڈا بھیجا ہے جس کو کسی ہاتھ نے کاتا ہے نہ کسی بُننے والے نے بنا ہے" اس جھنڈے کو اس نے تہ کرکے ایک کپڑے میں باندھ کر مہر لگا دی تھی اور ابن شمیط کو تاکید کی تھی کہ دن کے ایک مقررہ وقت پر اس کو کھولے پھر اس کا پھریرا بنا دے، دشمن اس کی طرف دیکھتے ہی شکست کھا کر بھاگ جائے گا۔"[1]

کمزور طبیعتوں پر جس قدر جلد اعتقاد کا رنگ چڑھتا ہے اس سے زیادہ جلد ڈھل جاتا ہے، اس شکست سے شیعوں پر ایک عام ذہنی اضمحلال طاری ہوگیا، جب شکست کی خبر کوفہ پہنچی تو بعض فارسی معتقدین نے آپس میں بزبان فارسی کہا: "ایں بار دروغ گفت" یعنی اس بار تو مختار کی پیشین گوئی جھوٹی نکلی[2]

خود مختار کو اقبال کا تارہ غروب ہوتا نظر آنے لگا لیکن وہ بڑے دل گردے کا آدمی تھا، جب اس کو جنگ کی تباہی کی خبر پہنچی تو اس کے پاس اس کا ایک دوست، ہم وطن اور ہم قبیلہ (ابن ابی عمیر الثقفی) بیٹھا ہوا تھا، مختار نے اس کے کان میں کہا: "بخدا میں نے غلاموں کو (موالی و غلام جو جنگ مذار میں کام آئے) اس طرح قتل کیا ہے کہ اس کی مثال آج سے پہلے نہیں سنی گئی پھر اس نے ایک ایک کرکے اپنے کار آزمودہ عرب جنرلوں مثلاً احمر بن شمیط اور ابن کامل کے نام لئے اور نہایت حسرت سے کہا کہ ان میں سے ہر ایک جنگ میں بڑے بڑے دستوں پر بھاری تھا، دوست نے کہا: "واقعی یہ مصیبت بڑی ہولناک ہے" مختار فلسفی کے انداز میں بولا: "موت تو آکر رہے گی میں نہیں سمجھتا ابن شمیط کی موت سے زیادہ اچھی موت ہوسکتی ہو، شریفوں کی موت کا کیا کہنا"[3]

مختار نے آخری مقابلہ کی تیاری شروع کردی: قلعہ اور مسجد جامع کو خوب مستحکم کیا، از سر نو لیک

---

[1] انساب ۲۵۵/۵ [2] طبری ۱۴۱/۷ [3] انساب ۲۵۷/۵

دوسری فوج مسلح کی اور سامان خورد ونوش اور ہتھیاروں کے ذخیرے جمع کئے مصعب نے جنگ مذار سے فارغ ہونے کے بعد اپنی افواج کو چند سے آرام کا موقع دیا پھر راہ آب کوفہ کا رخ کیا مختار کو اس کی اطلاع ہوئی تو اس نے دشمن کی تیز حرکت کو روکنے کی ایک تدبیر نکالی اس نے دجلہ کے بالائی حصے پر ایک ڈام بندھوا کر پانی کا رخ بدل دیا، دریا کی زیریں حصے میں کشتیاں پانی رک جانے کی وجہ سے دلدل میں پھنس گئیں اور ان کی پیشقدمی رک گئی لیکن یہ تدبیر زیادہ موثر ثابت نہیں ہوئی جہاں ڈام باندھا گیا تھا اس کی حفاظت کا مختار نے کوئی مناسب انتظام نہیں کیا، مصعب نے ایک رسالہ ڈام توڑنے بھیجا اور پھر کشتیاں رواں ہوگئیں، مختار نے کوفہ سے دو میل کے فاصلہ پر بمقام حرورا جہاں سب سے پہلے خارجی حضرت علیؓ سے ناراض ہوکر صفین سے واپسی پر فرد کش ہوئے تھے اپنا کیمپ لگایا اور دشمن سے مقابلہ کے لئے اپنی بیس[1] ہزار فوج کی ترتیب درست کی مصعب نے اپنی فوجیں پانچ حصوں میں تقسیم کیں، کوفہ سے بھاگے ہوئے لوگوں کا محمد بن اشعث کمانڈر تھا دونوں فوجوں میں بڑی خونریز جنگ ہوئی جس میں مختار کا نقصان بہت زیادہ ہوا، وہ برابر پیچھے ہٹتا گیا یہاں تک کہ رات ہوتے ہوتے وہ حدود کوفہ میں پہنچ گیا، یہاں اس نے انتہائی بہادری سے مصعب کے اگلے دستوں پر شب خون مارے محمد بن اشعث مارا گیا اور اس کی کمان میں کوفہ کے جو بہادر تھے اکثر کھیت رہے۔ ان معرکوں میں حضرت علیؓ کے لڑکے عمر[2] بھی مارے گئے ان کا قصہ یہ ہے کہ حجاز سے مختار کے پاس کسی منصب کی خاطر گئے تھے مختار نے نہ جانے کیوں ان کے ساتھ بے التفاتی برتی اور پوچھا ابن الحنفیہ کا سفارشی خط لائے ہو؟" عمر نے انکار کیا تو مختار نے کہا؟ جاؤ دفع ہو میرے پاس تمہارے لئے کوئی بھلائی نہیں ہے عمر غصہ نفرت اور انتقام کا جذبہ لئے ہوئے مصعب سے جا ملے، مصعب نے ان کی بڑی خاطر تواضع کی ایک لاکھ درہم کا عطیہ دیا، عمر کی وفاداریاں کلیۃً مصعب کے ساتھ ہوگئیں۔ مختار کی فوجوں سے لڑتے ہوئے انہوں نے جان دی[3]۔

رات کے پردہ میں مختار کی فوجیں میدان سے لوٹ آئیں۔ اس کے ساتھیوں کے حوصلے پست

---

[1] یہ تعداد طبری ۱۲۰/۲ نے واقدی کی شہادت پر دی ہے [2] انساب ۲۶۰/۵ نے عمر کی جگہ عبیداللہ نام دیا ہے طبری ۱۲۰/۲ نے بھی عبیداللہ لکھا ہے [3] اخبار الطوال صفحہ ۳۱۳

ہو چکے تھے اپنی قوت کارکردگی اور مختار کی غیب دانی سے ان کا اعتقاد ہٹتا جا رہا تھا بصرہ کی فوجیں جب اپنے کیمپ لوٹ گئیں تو انھوں نے مختار کو محصور ہو کر لڑنے کا مشورہ دیا اس نے کہا میں محل چھوڑ کر اس لئے نہیں آیا ہوں کہ محل میں محصور ہو جاؤں، تاہم چونکہ دشمن پیچھے ہٹ گیا ہے چلو محل چلیں، مختار نے محسوس کر لیا کہ میری فوج کا دم خم ختم ہو چکا ہے۔

مصعب نے قلعہ کا محاصرہ کر کے شہر کی ناکہ بندی کر لی، اور سامان خورد و نوش کی محل میں درآمد پر کڑا پہرہ لگا دیا، اس نے فیصلہ کر لیا کہ یا تو مختار بلا شرط ہتھیار ڈال دے یا اس کو اور اس کی فوجوں کو بھوکا مار ڈالا جائے شہر کے لوگ دریائے فرات کا پانی پیتے تھے کنوؤں کا پانی کھاری تھا پانی کی روک سے محصورین کی حالت نازک ہوتی گئی ایک مشک پانی کی قیمت ایک اور دو دینار تک پہنچ گئی، مختار روز محل سے نکل کر معمولی جھڑپیں کر کے لوٹ جاتا جب وہ اور اس کے دستے باہر نکلتے تو اہل کوفہ چھتوں پر سے پتھر، کوڑا اور گندگیاں پھینکتے اور یا ابن دومۃ (مختار کی ماں کا نام دومۃ تھا) یا ابن دومۃ کی آوازیں لگاتے طبری کہتا ہے کہ اہل قلعہ بھوکوں مرنے لگے۔

چالیس دن تک مختار محصور رہا اس کی فوج میں دشمن کے مقابلہ کی تاب نہ تھی، وہ بہت کوشش کرتا تقریریں اور اپیلیں کرتا، عزت و شرافت کا واسطہ دیتا لیکن ان میں حرارتِ جنگ پیدا نہ ہوتی عقیدت کا وہ جادو جوان کی قوتِ ارادی پر حکمراں تھا بے اثر ہو چکا تھا، جب وہ ان کی طرف سے مایوس ہو گیا تو اس نے خود دشمن سے لڑتے ہوئے جان دینے کا عزم کر لیا اس نے اپنی بیوی سے جو غالباً شہر میں تھی اپنے کفن کا سامان منگوا بھیجا، غسل کیا، جسم اسرار داڑھی میں خوشبو لگائی اور [انیس] آدمیوں کے ساتھ محل سے نکل پڑا، چلنے سے پہلے اس نے اپنے ایک مخلص ساتھی سائب سے کہا "چلو خاندانی شرافت کے لئے لڑیں" سائب نے تعجب سے پوچھا "لوگ تو یہ سمجھ رہے ہیں کہ آپ نے دین کی خاطر اہل بیت کی دعوت دی ہے" مختار نے کہا "میری جان کی قسم یہ بات نہیں ہے اہل بیت کی دعوت میں نے دنیا کی خاطر دی ہیں نے دیکھا کہ عبدالملک شام پر، ابن زبیر حجاز پر، مصعب بصرہ پر، نجدہ یمامہ

---

[1] طبری ۶/۱۱۰ بروایت واقدی چالیس دن تک بجائے چار ماہ کی مدت بیان کرتا ہے۔

پر (حسین کے قتل کے بعد نجدہ یمامہ پر قابض ہوگیا تھا طبری ۳/۶) پر قابض ہوگئے ہیں تو میں نے بھی ان کی تقلید کی کیونکہ میں ان میں سے کسی کے مقابلہ میں کم نہیں ہوں لیکن مجھے اپنے مقصد کے حصول میں انتقام حسین کی تحریک چلائے بغیر کامیابی نہیں ہوسکتی تھی۔

یہ راز جس کے پردہ میں اس نے اپنے اقتدار کی تعمیر کی تھی منکشف کر کے اس نے گھوڑا اور زرہ بکتر منگوایا، زرہ بکتر پہن کر گھوڑے پر سوار ہوا اور حکم دیا کہ قلعہ کا دروازہ کھول دیا جائے بعض مورخ (مثلاً طبری ۱۰۵/۷) کہتے ہیں کہ اس کے ساتھ صرف انیس[۱] جانباز نکلے تھے مصنف اخبار الطوال کہتا ہے یہ چھ ہزار* سے زیادہ تھی (یعنی کل فوج) جو دشمن کا تھوڑی دیر مقابلہ کر کے قلعہ میں بھاگ گئی اور مختار کے ساتھ اس کے محافظ دستے کے تین سو آدمی رہ گئے، مصعب کا ایک رسالہ مختار اور قلعہ کے درمیان حائل ہوگیا اور وہ زیر دیوار قلعہ لڑتا ہوا مارا گیا۔ ۱۴ رمضان ۶۷ھ بقول طبری اور ۶۹ھ بقول مصنف انساب الاشراف۔

وہ چھ ہزار جو مختار کو چھوڑ کر قلعہ میں بھاگ گئے تھے دو[۲] ماہ تک محصور رہے یہاں تک کہ کھانے پینے کا سامان بالکل ختم ہوگیا۔[۳] وہ اس شرط پر ہتھیار ڈالنے کے لئے تیار تھے کہ ان کی جان بخش دی جائے لیکن جان بخشی عربی دستورِ انتقام کے خلاف تھی ان سے بلا شرط ہتھیار رکھنے کا مطالبہ کیا گیا، بھوک سے مجبور ہوکر ان کو ایسا ہی کرنا پڑا۔ ان میں دو ہزار عرب (طبری ۱۱۰/۷ بتصریح واقدی تقریباً سات سو تھے) اور چار ہزار غیر عرب، مصعب چاہتا تھا کہ عربوں کو معاف کر دیا جائے اور غیر عربوں کو مار ڈالا جائے اس نے اس باب میں احنف بن قیس (قبیلۂ تمیم کا عاقل ترین عرب جو بصرہ کی فوجوں کے ساتھ کمانڈر کی حیثیت سے آیا تھا) سے مشورہ کیا تو اس نے کہا کہ سب کو معاف کر دو کیونکہ خدا ترسی کا مقتضا یہی ہے[۴] لیکن عام عربوں اور بالخصوص کوفہ کے ان عربوں نے جو مختار سے بھاگ کر بصرہ چلے گئے تھے اور جن کا خون انتقام کی گرمی سے کھول رہا تھا اس مشورہ کی سخت مخالفت کی اور صاف کہہ دیا کہ اگر

---

[۱] اخبار الطوال ص ۳۱۳ [۲] یہ روایت اخبار الطوال کی ہے، طبری ۱۵۶/۷ کی تصریح کے مطابق مختار کے قتل کے دوسرے دن ہی اہل قلعہ نے ہتھیار ڈال دئے تھے * مصنف الامامہ والسیاسۃ نے (۲/۲۶) ان کی تعداد آٹھ ہزار دی ہے [۳] اخبار الطوال ص ۳۱۵

ہماری وفاداری عزیز ہے تو ان کو تہ تیغ کر دیا جائے ۔ چنانچہ ان کی گردن ماردی گئی ۔

اب مصعب مختار کے گھر والوں کی طرف متوجہ ہوا، مختار کی ایک لڑکی کے علاوہ جس کے سر پر ہاتھ پھیر کرو صلی اللہ علیہا المسیح کہا کرتا تھا اور کسی اولاد کا مورخوں نے ذکر نہیں کیا اس کی دو بیویاں تھیں ایک سمرۃ[1] ابن خباب کی بیٹی تھی، دوسری نعمان بن بشیر انصاری کی جن کو حضرت حسن سے مصالحت کے بعد معاویہ نے کوفہ کا گورنر مقرر کیا تھا ان دونوں سے یہ مطالبہ کیا گیا کہ مختار کے جھوٹا و مفتری ہونے کی شہادت دیں سمرہ کی لڑکی ام ثابت نے یہ شہادت دے دی لیکن دوسری بیوی عمرہ نے انکار کر دیا اور کہا میں تو کہتی ہوں وہ خدا کے نیک بندوں میں سے تھا، اس کو قید کر دیا گیا مصعب نے اپنے بھائی خلیفہ ابن زبیر کو لکھا کہ وہ مختار کو نبی کہتی ہے ابن زبیر نے اس کے قتل کا حکم لکھ بھیجا چنانچہ رات کے وقت کوفہ سے باہر ایک سپاہی نے اس پر تلوار کے تین وار کر کے مار ڈالا، ہر وار پر وہ چیختی ؟ ہائے میرے ابا، ہائے میرے رشتہ دارو[2]

مختار کی خارجی سیاست

ہم اوپر پڑھ چکے ہیں کہ ایک بار مشہور دانائے سیاست مغیرہ نے مختار سے کہا تھا کہ ایک سمجھدار معاملہ فہم شخص کے لئے اقتدار حاصل کرنے کی بہترین صورت یہ ہے کہ خلافت اور انتقام اہل بیت کی تحریک چلائے اور اس میں کامیابی کے لئے موالی کو استعمال کرے[3] ۔ یہ الفاظ مختار کے دل میں پیوست ہو گئے تھے ۔ ہم مختار کی زندگی کے آخری سین میں خود اس کی زبانی پڑھ آئے ہیں کہ اس کا مقصد جاہ طلبی تھا اور اہل بیت کی تحریک اس مقصد کو حاصل کرنے کا ایک مضبوط آلہ کار تھی اس تحریک کے پردہ میں اس کے تقدس کو بڑھانے اور سادہ طبیعت لوگوں کے اعتقاد و مذہبی جوش کو کلیۃً اپنے مقصد کا وفادار بنانے کے لئے اس نے جو روحانی بہروپ اختیار کیا اس کا تذکرہ بھی ہو چکا ہے اس کی خارجی سیاست میں بھی اس کی اس پالیسی کے سارے خدوخال نمایاں ہیں ذیل میں ہم ابن الحنفیہ، ابن الزبیر، اہل بصرہ اور شام سے اس کے تعلقات بیان کر کے اس کی ان جنگوں کا ذکر کریں گے جو اٹھارہ ماہ کے مختصر دور اقتدار میں جیسا کہ طبری وغیرہ کی رائے ہے یا ساڑھے تین سال میں جیسا کہ مصنف انساب الاشراف کا خیال ہے

[1] قبائلی سردار جس کو حکومت کی طرف سے کئی معزز عہدے ملے تھے [2] انساب ۵/۲۶۴، طبری ۱۰۸ [3] انساب ۵/۲۲۴

اس کو پیش آئیں۔

(الف) مختار کے ابن الحنفیہ سے تعلقات

مختار اہل بیت کی تحریک چلانے جب مکہ سے کوفہ روانہ ہوا تو حضرت حسین کے چھوٹے بھائی ابن الحنفیہ (متوفی ۸۱ھ) سے جو جنگ کربلا میں شریک نہیں ہوئے تھے ملا اور ان سے کوفہ کے شیعوں میں تحریک انتقام و خلافت اہل بیت چلانے کی اجازت مانگی لیکن ابن الحنفیہ نے جو اپنے باپ اور بھائیوں کی سیاسی ناکامیوں کے پیش نظر سیاسی معاملات سے کنارہ کش ہو گئے تھے مختار کو ایک مبہم جواب دیا جس سے اجازت کی تصریح نہیں ہوتی تھی پھر اس کی دعوت کے دوران میں کوفہ کے قرار یعنی قرآن خوانوں کا ایک وفد ابن الحنفیہ سے تحریک مختار کی تصدیق کرنے جب آیا تب بھی انھوں نے اس تحریک کی صاف صاف تائید نہیں کی بلکہ حسب سابق ابہام سے کام لیا اور گو کہ اس وفد نے مختار اور اہل کوفہ کے سامنے غلط بیانی کی مختار کو حقیقت کا پتہ چل گیا تھا ابن الحنفیہ کی اس بے التفاتی سے اس کو ڈر تھا کہ نہ جانے کس وقت اور کس مرحلہ پر ان کی طرف سے مخالفت ہو جائے یا وہ کوئی ایسی بات کر دیں جس سے اس کی تحریک اور اس پوزیشن کو جو ان کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے اس کو حاصل تھی کوئی نقصان پہنچ جائے اس لئے کوفہ پر قبضہ کرنے کے بعد اس نے اپنی تحریک کا مرکز ثقل ابن حنفیہ کی جگہ حضرت حسین کے لڑکے علی کو بنانے کی کوشش کی چنانچہ اس نے بہت سارا روپیہ اور تحفے ان کو بھیجے اور ایک دل موہ لینے والا خط لکھا جس میں اس نے کہا میں آپ کی خلافت کا چرچا کر رہا ہوں، میں آپ کا نہایت مخلص وفادار ہوں اور اگر آپ اجازت دیں تو آپ کے ایجنٹ کی حیثیت سے آپ کے لئے بیعت خلافت لے لوں علی اس کی پالسی سے اور مقاصد سے اچھی طرح واقف ہو چکے تھے انھوں نے نہ تو اس کے تحائف قبول کئے نہ خط کا جواب دیا بلکہ مسجد نبوی میں جا کر برملا اس کو گالیاں دیں، اس کو کذاب و فاجر کہا جس کا مقصد اہل بیت کی محبت کے دعووں سے دنیا طلبی تھا۔

جب مختار علی سے مایوس ہو گیا تو اس نے ابن الحنفیہ کو تحفے تحائف اور روپیے بھیجے اور اسی قسم کا خط ان کو بھی لکھا جیسا کہ علی کو لکھا تھا اور خلافت کے خوشنما وعدوں سے ان کی اخلاقی و عملی تائید چاہی،

لیکن علی ابن الحنفیہ کے آڑے آئے اور کہا: یہ اس کی چالیں ہیں جن کے ذریعہ وہ لوگوں کو اپنا مطیع بنانا چاہتا ہے اس کا ظاہر باطن ایک نہیں ہے بلکہ وہ تو اہل بیت کا دشمن ہے اور ضروری ہے کہ اس کی مکاری کا پول کھول دیا جائے اور علی الاعلان لوگوں کو اس کے ہتھکنڈوں سے باخبر کر دیا جائے۔" ابن الحنفیہ مشورہ کے لئے ابن عباس سے ملے، ابن عباس (متوفی ۶۹ھ) حضرت علیؓ کے پورے پانچ سالہ دورِ خلافت میں بصرہ کے گورنر رہے تھے، دوراندیش آدمی تھے ابن الحنفیہ نے ان سے مختار کی پیشکش اور علیؒ کی مخالفت کا تذکرہ کیا، ابن عباس نے کہا: "تم ہرگز مختار کی مخالفت کا کلمہ زبان سے نہ نکالنا تمہیں کیا معلوم ابن زبیر (جنہوں نے مکہ میں اعلان خلافت کر دیا تھا) سے تمہاری کس طرح بنتی ہے" ابن الحنفیہ نے اس رائے پر عمل کیا اور مختار کے خلاف علی بن حسین کی تجویز کے علی الرغم برملا کوئی کلمہ زبان سے نہ نکالا[1]

ابن عباس کا مشورہ مختار کے دل کی آواز تھا وہ یہی چاہتا تھا کہ ابن الحنفیہ اس کے خلاف کچھ نہ کہیں اور وہ ان کے نام سے اپنی امنگوں کی تعمیر کرتا رہے تاہم وہ برابر ان کو خوش کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ اس مشورہ کے لئے ابن عباس کا وہ تہ دل سے ممنون تھا وہ اہل بیت سے تھے (۱۳۲ھ میں ان کے خاندان نے بنو امیہ سے سیاسی اقتدار چھین کر عباسی خلافت قائم کی) جن کی اہمیت مذہبی و اجتہادی امور میں بالخصوص مسلم تھی اس لئے مختار کو ان کی اخلاقی تائید بھی عزیز تھی، وہ ابن الحنفیہ کی طرح ان کو بھی باقاعدگی کے ساتھ تحفے تحائف بھیجنے لگا[2] اور اس کو ان کی اخلاقی تائید ہمیشہ حاصل رہی اس کی شہادت اس واقعہ سے ملتی ہے کہ اس کی موت کے بعد ابن زبیر نے جب فاتحانہ انداز سے اس کے قتل کا ان سے ذکر کیا تو ان کے خدوخال غم آلود ہو گئے؛ ابن زبیر نے کہا تم کو ابن ابی عبید کے قتل کا افسوس ہے، تمہارے خیال سے وہ کذاب نہ تھا؟ ابن عباس نے جواب دیا ہم تو یہ نہیں کہہ سکتے وہ ہمارے دشمنوں سے لڑا ان سے ہمارے خون کا بدلہ لیا اور ہمارے دلوں کی آگ بجھائی؟ یہاں یہ بتا دینا مناسب ہے کہ ابن زبیر اور اہل بیت میں سیاسی و خاندانی دشمنی تھی

---

[1] مروج الذہب حاشیہ تاریخ کامل ۹۔ ۱۵۵/۲ [2] انساب ۲۷۲/۵ [3] انساب ۲۷۰/۵

اور ہر ایک فریق دوسرے کو مقتدر دیکھنا گوارا نہ کرتا تھا اس کے بعد ابن زبیر کے لڑکے عروہ کی ابن عباس سے ملاقات ہوئی تو اس نے شان سے کہا: ابن عباس آپ کے رب نے جھوٹے مختار کو غارت کردیا اور اس کا سر آگیا ہے ابن عباس نے طنز سے کہا: ابھی ایک گھاٹی تمہارے لئے باقی ہے (اشارہ عبدالملک بن مروان کی طرف ہے جو دمشق میں خلیفہ تھا) اگر تم اس کو پار کرلو تو بس تم ہی تم ہو گئے[1]

ایک دوسری روایت میں ہے کہ ابن عباس کی موجودگی میں جب کسی نے مختار کا ذکر کیا تو انھوں نے یہ دعا دی صلی علیہ الکرام الکاتبون[2]

اپنی مختصر درخشندگی کے زمانہ میں وہ بظاہر ابن الحنفیہ کا وفادار رہا ان کی ذات میں تحریک کا مرکز ثقل اور اپنی کا میابیوں کا محور تھا وہ بے ضرر تھے کیونکہ سیاست سے انھوں نے کنارہ کشی اختیار کرلی تھی، اس نے امام مہدی، وصی بن وصی اور نبی کے بعد بہترین بشر کے لڑکے کے رعب دار اور اچھوتے القاب دے کر ان کے ذریعہ ابن الحنفیہ کا دل موہ لیا اور شیعوں کی وفاداری پر مہر عقیدت لگادی۔ اپنی سیاسی وخانگی پابندگی کے لئے ان کی خوشنودی اس کو اتنی عزیز تھی کہ ایک موقع پر جب اس کو معلوم ہوا کہ ابن الحنفیہ نے کہا کہ مختار اہل بیت کا دوست بنتا ہے حالانکہ ان کے قاتل اور دشمن اس کی خدمت میں ہیں اور شہر میں بے خطر کاروبار کرتے ہیں تو وہ شیعوں کی عقیدت مندی کو برقرار رکھنے کے لئے گرجا: میرے اوپر کھانا پینا حرام ہے اگر قاتلین حسین میں سے کسی کو زمین پر زندہ رہنے دوں اور بڑی سرگرمی سے قاتلین حسین کی مہم شروع کردی، اس کو اپنا وہ سنگین عہدنامہ توڑنے میں بھی تامل نہ ہوا جس کے ذریعے اس نے عمر کو امان جان ومال دی تھی اس کے خیال میں ابن الحنفیہ کو خوش رکھنے اور اپنی وفاداری مبرہن کرنے کے لئے ضروری تھا کہ اس شخص کا سر کاٹ لیا جائے جس کے ہاتھ میں جنگ کربلا کی کمان اعلیٰ تھی اور وہ سعد بن ابی وقاص کے صاحبزادے عمر تھے عمر کا سر اتار لیا گیا اور ان کے لڑکے حفص کا بھی، یہ دونوں سر مہدی بن مہدی کی خدمت میں بھیجے گئے اور ذیل کا خط جو اس کی انتقامی مہم کے بارے میں تھا "اے مہدی اللہ نے مجھے آپ کے دشمنوں پر بلائے بے درماں

---

[1] انساب ۲۶۵/۵ [2] انساب ۲۶۶/۵

بنا کر بھیجا ہے وہ یا تو مارے گئے یا گرفتار ہیں یا گھر بار چھوڑ کر بھاگ گئے اس خدا کا شکر ہے جس نے آپ کے قاتلوں کو قتل کیا اور آپ کی خدمت کرنے والوں کو نصرت دی عمر بن سعد اور اس کے لڑکے کا سر آپ کی خدمت میں بھیجتا ہوں اہل بیت کے قتل کرنے یا ان سے لڑنے والوں میں سے جو جو ہمارے ہاتھ آیا ہم مار چکے ہیں اور جو بچ گئے ہیں وہ بھی ضرور ہمارے قبضہ میں آکر رہیں گے میں اس وقت تک ان کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا جب تک مجھے پورا اطمینان نہ ہو جائے کہ روئے زمین پر ان میں سے کوئی متنفس باقی نہیں رہا۔ اے مہدی آپ اپنی صوابدید سے مجھے مطلع کیجئے گا میں اس پر عمل کروں گا[1]

عمر اور اس کے لڑکے حفص کے سر کے علاوہ عبید اللہ بن زیاد (جس کے حکم سے جنگ کربلا لڑی گئی تھی) کا سر بھی مختار نے ابن الحنفیہ کی خدمت میں بھیجا۔ ابن زیاد نے عبد الملک کے حکم سے کوفہ پر چڑھائی کی تھی اور مختار کی فوجوں سے جن کی کمان ابن اشتر کے ہاتھ میں تھی لڑتا ہوا رمضان ۶۶ھ میں مارا گیا تھا، جنگ کربلا کے مجرموں میں شمر بن ذی جوشن صف اول میں تھا، مختار کے جو شیلے دستوں نے اس کا کھوج بھی لگا لیا وہ لڑتا ہوا بصرہ کے قریب مارا گیا، اس کا سر بھی ابن الحنفیہ کو بھیج دیا گیا۔

ابن الحنفیہ سے اس کی ڈپلومیٹک وفاداری کی چند مزید مثالیں ملتی ہیں اسے اگرچہ کوفہ کی حکومت اہل بیت کی خلافت کی تحریک سے حاصل تھی اور شیعوں کے سامنے ابن زبیر کی وفاداری یا طرفداری کا کبھی نام بھی نہیں لیا تاہم کامیابی کے ابتدائی ایام میں مخفی طور پر وہ ابن زبیر سے اپنی وفاداری اور دوستی کا اظہار کرتا تھا۔ ابن مطیع کو نکالنے کے بعد اس نے ابن زبیر کو ایک خط لکھا جس میں ابن مطیع پر عبد الملک سے ساز باز کرنے کا الزام لگا کر کہا کہ میں نے آپ کے خیر اندیشی کے طور پر کوفہ پر قبضہ کر لیا ہے۔ اس کا مقصد یہ تھا کہ ابن زبیر کوفہ یا عراق کی حکومت اس کو دے دے ہم پہلے پڑھ چکے ہیں کہ مختار نے ابن زبیر کی بیعت اس شرط پر لی تھی کہ خلیفہ ہونے پر وہ سب سے بڑا منصب اس کو دے گا اور یہ منصب غالباً کوفہ یا عراق کی گورنری تھی (اس سلسلہ میں مزید

---

[1] طبری ۸ - ۱۲۷/

بصیرت، مختار و ابن زبیر کے تعلقات کے ذیل میں حاصل ہوگی) ابن زبیر نے اس کی وفاداری کا امتحان لینے کے لئے اپنی طرف سے کوفہ کا ایک گورنر نامزد کرکے بھیجا لیکن مختار نے ایک چال چل کر (جس کا مفصل ذکر ابن زبیر کے ساتھ اس کے تعلقات کے ضمن میں آئے گا) اس کو دفع کیا کچھ عرصہ بعد[1] شامی فوجیں ابن زیاد کی قیادت میں عازم عراق ہوئیں تو اس کو فکر ہوئی کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کے نامزد گورنر کو دفع کرنے کی پاداش میں ابن زبیر اس کو سزا دینے بصرہ یا مدینہ کی طرف سے کوئی فوج بھیج دے اور اس کو دو مورچوں پر لڑنا پڑے اس وقت ابن زبیر کے خطرہ کی وجہ سے پوزیشن بھی کمزور تھی اور مختار اس سے پورا فائدہ اٹھانا چاہتا تھا چنانچہ اس نے لکھا "مجھے معلوم ہوا ہے کہ عبدالملک نے حجاز پر چڑھائی کر دی ہے اگر آپ پسند کریں تو میں فوج بھیج کر آپ کی مدد کردوں"

ابن زبیر نے جواب میں لکھا: "اگر تم میرے وفادار و مطیع ہو تو میں اس بات کو ناپسند نہیں کروں گا کہ تم میرے ملک میں اپنا لشکر بھیج دو بشرطیکہ تم اپنے شہر کے لوگوں سے میری بیعت لے لو، جب اس بیعت کی اطلاع مجھے مل جائے گی تب ہی میں تم کو سچا سمجھوں گا اور تمہارے ملک پر فوج کشی سے باز رہوں گا تم وہ لشکر بہت جلد بھیجو جس کو تم بھیجنا چاہتے ہو اور اس کو ابن مروان (عبدالملک) سے مقابلہ کے لئے وادی القریٰ جانے کا حکم دو جہاں وہ فروکش ہے"[2]

مختار نے ایک عسکری اسکیم تیار کی جو اگر کامیاب ہو جاتی تو اس کے بڑے دوررس نتائج ہوتے اس نے اپنے ایک معتبر ہمدانی شیعہ (شرحبیل بن ورس) کی قیادت میں تین ہزار کا لشکر جس میں سوائے سات سو عربوں کے سب موالی تھے وادی القریٰ بھیجنے کی بجائے جہاں شامی فوجیں حملہ کی تیاری کر رہی تھیں سمت مدینہ روانہ کیا، اس کا مقصد جیسا کہ بعض مورخوں نے اشارہ کیا ہے خود حجاز پر قبضہ کرکے شامی فوجوں کا مقابلہ کرنا تھا اس کی اسکیم یہ تھی کہ مدینہ پر قبضہ کرکے اور وہاں اپنا ایک نمائندہ مقرر کرکے فاتح لشکر مزید رسد و ہتھیاروں کے ساتھ مکہ کا محاصرہ کرنے بھیجے گا ابن زبیر کو اس کی عیاریوں کا تجربہ تھا وہ اسکیم کو تاڑ گئے، اس کا کامیابی سے مقابلہ کیا (اس کی تفصیلات مختار ابن زبیر کے تعلقات کے ذیل میں آئیں گی)، مختار کا لشکر برباد ہوا، کمانڈر مارا گیا چھوٹی سی ایک جمعیت تباہی کی خبر دینے کو بچی مختار نے یہ فوج بھیجتے وقت جیسا کہ ظاہر ہے شیعوں پر ظاہر کیا تھا کہ ابن زبیر کو شکست دینے اور ابن الحنفیہ کو خلیفہ بنانے بھیجی

[1] رمضان ۶۵ھ میں مروان کا انتقال ہوا اور اس کا لڑکا عبدالملک جانشین ہوا [illegible]

[2] لشکر ابن زیاد کی قیادت میں موصل کو فتح کرنے اور دوسرا حجاز فتح کرنے روانہ کیا گیا۔ طبری ج ۲ ص ۱۳۴۲، انساب ج ۵ ص ۲۴۲